Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بہار ایجادی بیدلؔ اور رحمان باباؒ کا تصورِ مرگ وحیات

THE CONCEPT OF LIFE AND DEATH NEAR BAHAR IJADI BEDIL AND RAHMAN BABA

۱۔ڈاکٹر مظہر احمد

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پشتو، ملاکنڈ یونیورسٹی

۲۔محمد طاہر بوستان خان

لیکچرار شعبہ اُردو ,کیڈٹ کالج، سوات

۳۔ڈاکٹر انور علی

اسسٹنٹ پروفیسر ,شعبہءاُردو ,اسلامیہ کالج پشاور

ABSTRACT

The Quran at several places discusses the issue of death. Death is inevitable. No matter how much people try to escape death, it will reach everyone. "Again, those who deny resurrection and after life, and thus challenge Allah, The Quran challenges them by saying that why these people then do not put back the soul which has reached the throat of the dying person and as about to escape the body?" Both Bahar Aijadi Bedil and Rahman Baba shar the same concept about life and death. Both these great poets have reached the acme of Philosophy. They are convinced on this argument that a pious Muslim is not harmed by death in any way. Rahman Baba invokes his readers about the temporary nature of worldly life, rare as Bedal entertains this common thought. We believe in this reality that life is short live, we get the impression that through their concept they strive to strengthen our faith about both life and death. in order to be Fairless of the life after death, we must carry out good deeds during our lifetime. This research article highlights the positive aspects of life and death.

بحیثیت مسلمان یہ ہمارا مضبوط یقین ہے کہ زندگی موت کی امانت ہے۔موت وحیات ایک دوسرے کو معانی دیتے ہیں۔موضوع کے اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمرانی نظریہ ہے، کیوں کہ یہ نظریہ معاشرتی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔اس نظریے کے نہ صرف مسلمان بل کہ غیر مسلم بھی قائل ہیں۔مشہور فلسفی ارسطو کے نزدیک زندہ رہنا یا زندگی گزارنا کافی نہیں بل کہ بہترین زندگی گزارنا ہے۔طبی طور پر انسان کی موت کی وجوہات اس کی حیاتیاتی وجوہات سے تعلق رکھتی ہیں۔ڈاکٹر سید زاہد علی لکھتے ہیں۔

> ”انسان کی زندگی کے بارے میں یہ تصور کہ انسان صرف اس کے طبعی جسم پر مشتمل ہے جو طبعی قوانین کے مطابق کام کرتا ہے اور پھر انہیں قوانین کے مطابق ختم ہو جاتا ہے۔مادی یا میکانکی تصور حیات کہلاتا ہے۔ایسی سوچ رکھنے والے افراد، قوم یا قبیلے کے نزدیک انسانی زندگی کا مقصد صرف جسم کی پرورش کرنا، کھانا، پینا، کھیلنا، دنیاوی لذتوں سے بہرہ مند ہونا اور پھر مر جاتا ہے۔“(۱)

اسلامی تصور کے مطابق موت فنا نہیں بل کہ حیاتیاتی ارتقاء کا نام ہے۔اولیاء اللہ جو موت کی تمنا رکھتے ہیں، کے لیے موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملائے گا۔قرآن پاک میں آخرت کے انکار کو انسان کی حماقت پر محمول کیا گیا ہے کیوں کہ بعد الموت اور تصور آخرت کا جواز بھی پیش کیا جا چکا ہے۔اس کی صراحت سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷، سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۴ اور سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے۔امجد محمود لکھتے ہیں:

> ”انسان کے لیے انفرادی طور پر اور ریاست کی شکل میں ان کے مجموعے کے طور پر بہترین زندگی وہ ہے جس میں نیکی کو مادی وسائل کی یوں حمایت مہیا کی گئی ہو کہ ایسے اعمال کرنا آسان ہو جائے جو نیکی کا تقاضہ ہیں۔“(۲)

میرزا عبد القادر بیدلؔ اپنے وقت کے وہ عظیم شاعر ہیں کہ اس کے معاصرین ان کے فلسفۂ حیات کو نہیں سمجھ پائے بیدلؔ کی منظوم و منثور نگارشات میں غزلیات، منظومات رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ان کے کلام میں مرگ وحیات کے تصور کو نمایاں مقام حاصل ہے۔بیدلؔ نے آٹھ مغل بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔اس حوالے سے وہ وسیع تجربہ کے حامل ہیں۔انسانی زندگی سے متعلق موت وحیات کے حوالے سے کہتے ہیں۔

زِندانی اَندوہِ تعلّق نتوں زیست

بیدلؔ! دلتاز ہر چہ شوَد تنگ بر ُون آ!(۳)

ترجمہ:

معاملاتِ دنیا میں پھنس کر زندگی گزارنا مشکل ہے

بیدلؔ! تُو ہر شے سے بیزار ہے تُو خود کو بھی چھوڑ دے

رحمان باباؒ کے ہاں اس زندگی کا تصور ہی آخرت ہے، کیوں کہ مرگ تو زندگی کے ارتقائی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ زندگی کی آسائشیں، ظاہری اسباب، خانقاہیں، عہدے اور مال و دولت وغیرہ سب کچھ ختم ہونے والا ہے۔ اس لیے رحمان باباؒ دنیا والوں کو اس حقیقت سے آشنا کراتا ہے کہ آج اگر یہ سب کچھ ہے تو کل نہیں ہو گا۔ وہ لکھتے ہیں۔

خہ دہ خہ دہ دا دنیا

چی توخہ دہ عقبیٰ(۴)

:ترجمہ

اگر سمجھو تو یہ پہلو بہت اچھا ہے دنیا کا

کہ دنیا اہلِ حق کے واسطے توشہ ہے عقبیٰ کا

موت کیا ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کہتے ہیں۔

"مرنے کے بعد نسمہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ وہ بدن کو حرکت نہیں دے سکتا۔ ہم اسے موت کہتے ہیں ورنہ نسمہ موجود رہتا ہے۔ جیسے شیشی سے ہوا چوس لیں تو اس میں کچھ نہ کچھ مقدار میں ہوا ضرور باقی رہتی ہے۔ اگر بالکل ہوا نہ رہے تو شیشی ٹوٹ جائے گی۔ موت، بدن انسانی کا نسمہ اور روح سے جدائی کا نام ہے۔"(۵)

میرزا عبدالقادر بیدلؔ زندگی کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ زندگی فنا ہونے کے لیے ہے۔ روح کی بصیرت جب جمال الٰہی کے مشاہدے میں جذب ہو جاتی ہے تو اسے سوائے اللہ کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ازل تا ابد انسان کو صرف ایک ہی حقیقت سے پردہ اٹھتے ہوئے نظر آتا ہے اور وہ ہے حیات کے بعد موت۔ اس حوالے سے بیدلؔ کہتے ہیں۔

دَر آغازِ اِنتہا دیدَم، سَحر را شام فہمیدَم

ازل تا پردہ بَردارَد، تماشاے عدَم کردَم!(۶)

ترجمہ:

میں نے ابتدا میں انتہا دیکھی، سحر شام محسوس ہوئی

ازل کا پردہ اٹھتے ہی عدم کا منظر دیکھا

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مرنے کے بعد ایک ایسی زندگی ہے جس میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو گا کیوں کہ موت صرف بدن کی ہوتی ہے، اگر روح کے لیے موت ہوتی تو سزا و جزا کا تصور بالکل نہ ہوتا۔ رحمان باباؒ کے ہاں زندگی کا احساس بڑی شدّت سے ہے۔ وہ انسانیت کے لیے ہر وقت چوکس رہتا ہے۔ اس کی نظر زندگی کے ہر بدلتے رُخ پر ہے۔ دنیا میں انسان کی پیدائش اور موت کی طرف دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج دنیا دیکھ لو! کل جانے تُو یہاں ہو گا بھی یا نہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آج جتنے نیک کام کر سکتے ہو، کر لو کل کا کوئی پتا نہیں۔ ملاحظہ ہو:

کہ دیدن دے دچاخوخ وی ورتہ گورہ

چی فناشی بیابہ کلہ شی پیدا(۷)

ترجمہ:

کون ہے جو اس سرائے دہر میں دائم

چل چلاؤ لگ رہا ہے آج میں، کل تو گیا

بیدلؔ پیدائش سے وفات تک انسان کی صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہوئے اسے دائمی کرب میں مبتلا تصور کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان زندگی میں سب کچھ حاصل کرنے کے بعد بھی اندر کے کرب اور ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خود کو "خیر" سے کاٹ لینا بھی گناہ ہے۔ انہوں نے تسلی کے لیے زندگی کی جمالیاتی جہت کا انتخاب کیا ہے۔ بیدلؔ رازہائے حیات سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ لطف حیات کا سُرور تو موجود ہے مگر جوش و خروش کی وہ لے نہیں جس سے کسی تموج کا اظہار ہوتا ہے۔

دامنِ دشتِ عدم، مُنتظرِ وحشتِ ماست

کاش اَز تنگیِ ایں کوچہ، فشارے گیرم(۸)

ترجمہ:

وسعتِ صحرائے عدم میری جولانی وحشت کا منتظر ہے

کاش زندگی کے تنگ کوچہ سے آزاد ہو سکوں

رحمان باباؒ کے لیے موت انسانی زندگی کے عمل کا فطری اختتام ہے۔ یہ زندگی دکھوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے۔ زندگی کے مختلف مراحل پر غور کرنے کے بعد رحمان باباؒ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر مرنا ہی زندگی کا مقصد ہے تو کتنا اچھا ہو کہ موت جلد ہی آ جاتی۔

چی د مرگ سختی خوارئی دستا پہ خوادی

اے رحمانہ ولی نہ مری لاپخوا(۹)

ترجمہ:

رحمان ہر اک گام ہے اب موت کی سختی

پہلے ہی جو مر جاتا یہ جھگڑا نہیں ہوتا

بیدلؔ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے موجودہ حیات کی قربانی چاہتا ہے۔ ان کے ہاں موجودات قربِ الٰہی تک رسائی کا وسیلہ ہیں۔ ان کے لیے زندگی کی حلاوت کسیلی ہے۔ وہ سود و زیاں کے سودے میں نہیں پڑنا چاہتا، ان کے نزدیک آخری منزل کا شعور ہی نیستی کو ہستی میں اور فنا کو بقا میں تبدیل کرنے کا نام ہے۔ زندگی کو سمجھنا اور اس کے نشیب و فراز کا جاننا ہی زندگی کی گتھیوں کے سلجھانے کا نام ہے۔ بیدل زندگی کی حلاوت کو کھولنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

محوِ زنجیرِ نفَس بودَن، دلیلِ ہوش نیست

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.5 No.1 2022

ہر کہ می بنی، بقیدِ زندگی دیوانہ است(۱۰)

ترجمہ:

سانسوں کی زنجیر سے جکڑا ہونا ہوش مندی نہیں

زندگی کی قید میں ہونا میری نظر میں دیوانگی ہے

اس بات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے، رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب تاقیامت تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ دنیا میں کوئی بھی انسان موت کو جھٹلا نہیں سکتا۔ موت کی حقیقت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:

تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آدبائے گی اگرچہ تم قلعی چونا کے قلعوں ہی میں ہو۔(۱۱)

رحمان باباؒ اورنگ زیب عالمگیر کی تباہی و بربادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زندگی کی حقیقت یہی ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کی بادشاہت کا تختہ اُلٹ گیا اور اس کی موت سے وہ سب کچھ جس پر وہ ناز کرتا تھا، تباہ و برباد ہو گیا۔ اصل میں شاعر کہنا چاہتا ہے کہ یہی حالت ایک عام انسان کی بھی ہے، جب اسے موت آجاتی ہے تو اس کا سب کچھ اس دنیا میں رہ جاتا ہے اور وہ اپنے ساتھ صرف کفن لے کر جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ساتھ زیادہ محبت نہ رکھی جائے۔ عالمگیر بادشاہ کی موت و حیات کی مثال پیش کرتے ہوئے انہوں نے عام انسان کے لیے اس کو عبرت کے طور پر پیش کیا۔

ھمگی شوزِنی پاتی

کہ یے ملک وو کہ لکر(۱۲)

:ترجمہ

موت کے صرف ایک حملے میں

نہ رہا تخت و تاج نے لشکر

اگر ہم سنجیدگی کے ساتھ غور کریں تو اس حقیقت تک با آسانی پہنچ پائیں گے کہ موت دراصل خالق کے سامنے حاضری کا دن ہے۔ موت کا لمحہ ہر ذی روح پر آنے والا ہے، ایسا لمحہ جو ناقابل قیاس حد تک سنگین لمحہ ہے۔ اس بارے میں قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ:

”بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو ایسی حالت میں دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل یہاں وہ موجود ہی نہ تھی ہم اس طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔“(۱۳)

بیدؔل کہتے ہیں کہ انسان زندگی کے سیاسی وسماجی خلفشار میں گم ہو گیا ہے۔ وہ انسان کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیری مثال پانی کے بلبلے جیسی ہے، اس لیے تمہیں موت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ موت زندگی کی پاسبان ہے۔ بیدلؔ زندگی کو کسی بھی نظام میں قید کرنے کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک زندگی کا مقصد اپنے آپ سے ہم آہنگ ہونا ہے۔ زندگی محض خارجی عمل نہیں۔ بیدلؔ سکون کی تلاش میں زندگی سے الجھتے نہیں، بس کسی حد تک زندگی سے وابستہ رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

اے حباب! اَز زَورقِ خود، ایں قدر غافل مباش

نیست دَر، دَریاے اِمکاں، جُز نفس مَوجِ خطر! (۱۴)

ترجمہ:

اے بلبلے! اس قدر اپنی ناؤ سے غافل نہ ہو

زندگی کے دریا میں سانس کے سوا کوئی لہر خطرناک نہیں

قرآن مجید میں بارہا موت کے بارے میں ذکر آیا ہے۔ قصص القرآن میں حافظ ندیم احمد ٹیپو سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک کا حوالہ دیتے ہیں۔

:ترجمہ

"یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ بلندی سے پھسلتے نظر آئیں گے، اور سچّا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تو اچانک حالت یہ ہوگی کہ جن لوگوں نے کفر اپنالیا تھا ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! ہم اس چیز سے بالکل ہی غفلت میں تھے، بلکہ ہم نے بڑے ستم ڈھائے تھے۔" (۱۵)

رحمان باباؒ موت کو ایک اٹل حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موت ہی خدا اور بندے کے درمیان حجابات کو دُور کرنے کا نام ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موت ہی وہ واحد حقیقت ہے جس سے انسان کی قیمت اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے اور موت کے بعد دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، انسان کے لیے خاک کی اہمیت رکھتا ہے۔ شاعر کی نگاہ کوشش پر ہے منزل پر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی کا جاہ و جلال حسن صورت میں نہیں بل کہ خوبی معنیٰ میں تلاش کرنے کے حق میں ہے۔ کہتے ہیں۔

هغه دم چې سړے درومي له جهانه

تورے خاورے سیم وزر درے واړه یو دی (۱۶)

ترجمہ:

دمِ آخر جو رخصت ہونے لگتی ہے متاعِ جاں

تو قیمت ایک ہو جاتی ہے خاک و سیم کی زر کی

بیدلؔ حقیقت پسندی اور مادی حقائق کے امتزاج سے زندگی کا ایک غیر جذباتی نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر انسان پر یہ حقیقت آشکار ہے کہ زندگی فانی اور موت کی امانت ہے۔ یوں موت کا یقین ہی اصل زندگی ہے۔ انسان کو اپنی ہستی سے باخبر رہنا ہی اصل حیات ہے۔ موت کی طرف سے بے توجہی اور غفلت موت کے یقین کو مضبوط نہیں بناتا بل کہ یہ تو مردہ دلی ہے۔ یہاں بیدلؔ انسان کے اخلاقی اور معاشرتی معیارِ حیات کی سربلندی کے لیے سرگرداں نظر آتے ہیں۔ وہ ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہوش مند انسان کے ساتھ موت کا غم ہوتا ہے، اگر خدانخواستہ اس دنیا میں انسان نے آخرت کی فکر نہیں کی تو موت کے بعد اسے پچھتانا پڑے گا۔ بیدلؔ ان اشعار میں یہی حقیقت واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دلِ مردہ غافلِ اُفتاد، ز مآلِ کارِ ہستی

سر، زندہ ئ ندارَد کہ غمِ فنا ندارَد (۱۷)

ترجمہ:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مردہ دل ہی زندگی کے انجام سے غافل ہے

کوئی باہوش ایسا نہیں ہے، جسے فنا کا غم نہ ہو

رحمان باباؒ خالق اور مخلوق کے مابین فاصلے پاٹنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے اشعار کے ذریعے انسان کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اچھے طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ ان کا لہجہ عمومی اخلاقیات اور تصوف و معرفت کے مضامین سے تشکیل پاتا ہے۔ زندگی کی بے وفائی کو انہوں نے تسلیم کیا۔ زندگی کے مختلف مراحل سے گزر کر یہی زندگی ان کے نزدیک ایک اکائی ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا اس کی وسعتوں میں اضافہ کرتے ہیں، لیکن موت ہی ایسی حقیقت ہے جو انسان کو بے سروسامان کر دیتی ہے۔ اس لیے وہ انسانوں سے کہتا ہے کہ انہیں دنیا کے میلے پر دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

سیر ابی پہ سر چشمو د دنیا نیشتہ

تشنہ لب یے گوخے گوخے پہ غوغادے (۱۸)

ترجمہ:

سیر اب یہاں کوئی ہوا تھا نہ ہوا ہے

کیوں چشمۂ دنیا پہ یہ میلہ سا لگا ہے

اصلاح پسندی بیدلؔ کے مزاج کا حصہ ہے۔ جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرتی زندگی کے تغیرات نے اخلاق کے معیار کو متاثر کیا، بیدلؔ کی نگاہ زندگی کے ہر گام پر مرکوز ہے، وہ ہر وقت خود کو بھی موت کے لیے چوکنا رکھتا ہے اور زمین و آسمان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس کو بھی اچانک فنا ہونے والا سمجھتا ہے۔ نتیجے میں وہ رہبانیت کا درس نہیں دیتا بلکہ حتی الامکان زندگی سے مقاومت اور حصول نقد حیات کے لیے جدوجہد جاری رکھتا ہے۔ نہایت ہی سادہ لفظوں میں کہتا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے، فنا کے لیے بنا ہے، اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اچانک ختم ہونے والی زندگی کی حقیقت کب اور کیسے تسلیم کرتا ہے۔ بیدلؔ کہتا ہے۔

گِرِفتہ است حوادث، جہان، اِمکاں را

زعافیت، چہ زمین وچہ آسماں خالیست (۱۹)

ترجمہ:

یہ جہانِ امکاں حوادث کی زَد میں ہے

زمین ہو یا آسمان، سکون کہیں نہیں

انسانی زندگی کی تابناکی، زرخیزی اور اس کی افادیت رحمان باباؒ کو معلوم ہے۔ رحمان باباؒ زمینی حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اہلِ دنیا کو ان کے فلسفۂ حیات کی اس حقیقت سے روشناس کراتے ہوئے اس دنیا پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو خود بھی تسلیم کرتے ہیں اور اہلِ دنیا پر بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ رحمان باباؒ کے ہاں "غم" زندگی کی ایک مثبت قدر اور نعمت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ پریشانیوں کے دور میں شاعر کا ذہن تخلیقی اعتبار سے بار آور ہے۔ زندگی کی بے ثباتی ہو یا درد والم، جیتے جی خاک میں مل جانا اور بے آرزو ہونا رحمان باباؒ کو پسند نہیں، وہ چاہتے ہیں کہ انسان بنیادی ضرورتوں کے لیے اپنی اُخروی زندگی تباہ نہ کر ڈالے۔ اس لیے تو کہتے ہیں۔:

ھر چہ اہل د دنیا وی

واڑہ ھسے دی اکثر (۲۰)

ترجمہ:

حاکمیت یہی ہے دنیا ک

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.5 No.1 2022

شیوہ ئ زندگی یہی ہے ادھر

بیدلؔ یہ غم لیے بیٹھے ہیں کہ انسان کے لیے اس دنیا میں کوئی راحت نہیں۔ اصل میں انہیں عقبیٰ کا خوف اس دنیا میں بھی جلا رہا ہے۔ انسان زندگی کے کرب سے نجات پا کر پھر ازلی جنت کی طرف لوٹنے کا خواہش مند ہے، بیدل بھی اپنی قطرہ آسا زندگی کو وجود حقیقی کے سمندر میں گم کر دینا چاہتا ہے۔ بیدلؔ کو عمر رفتہ کے زیاں کا احساس بھی شدت سے ہے۔ عالم مادی میں آنے کے بعد ہر شخص کو مختلف النوع حالات و واقعات سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی صورتِ حال سے دوچار رہتا ہے تاہم اس سلسلے میں بیدلؔ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم عقبیٰ کا بھی خیال رکھیں کیوں کہ یہ زندگی تو جیسی بھی ہے، گزر جائے گی لیکن اُخروی زندگی جو ہمیشہ کے لیے ہے، اگر خدانخواستہ وہاں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

خرِ مَن ہستی، بَبرقِ وہمِ عقبیٰ سوختیم

آہ ازان آتش کہ ما، دَر یادِش ایں جا سوختیم (۲۱)

ترجمہ:

عقبیٰ میں جواب دہی کی آگ میری ہستی کو جلا رہی ہے

اُف وہ آتش جس کا خوف یہاں بھی جلا رہا ہے

زندگی اور غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ زندگی اور موت ایک تصویر کے دو رُخ ہیں۔ رحمان باباؒ کہتے ہیں کہ اے انسان! موت زندگی کی محرومیوں کا ازالہ کرتی ہے۔ ملک الموت،، جنازہ، قبر، منکر نکیر، عذاب اور محشر وغیرہ ایسی کیفیات ہیں جن سے گھبراہٹ ایمان کا تقاضا ہے۔ اس لیے ایک طرف زندگی کے غم اور دوسری طرف آخرت کے غم سہتے ہوئے انسان کو کیسے قرار آ سکتا ہے۔ اس خیال کو واضح کرتے ہوئے رحمان باباؒ یوں لکھتے ہیں۔

بلہ لاردمرگ ترلاری گرانہ نیشتہ

چی پہ خوابے ھسے لاروی سہ بہ خوب کا (۲۲)

:ترجمہ

اے زیست کے مسافر راہِ اجل گراں ہے

تو کیسے سو سکے گا دل بے قرار ہو گا

بیدلؔ کہتے ہیں کہ انسان دنیائے آب و گل کی رنگینیوں سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا خواہاں ہے لیکن طرزِ حیات کا بے باکانہ انداز اس سے صحت اور زندگی کے ساتھ یقین و ایمان کی بوقلمونی چھین لیتی ہے۔ آخری منزل کا شعور ہی انسان کو نیستی سے نکالتا ہے۔ بیدلؔ کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر غم کو سلیقے سے برداشت کرنا چاہیے نیز اس غم کو اپنی ذات اور زندگی کی نمو کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ زندگی کے جبر و قہر کو زندگی کے ایک سہارے کے طور پر قبول کر لینا چاہیے۔ زندگی کی ناپائے داری، زندگی کا اصل حسن ہے۔ آخرت کا خیال دنیوی زندگی کو سنوارنے پر آمادہ کیے رکھتا ہے۔ اس لیے بیدلؔ کے ہاں جس قدر زندگی کی بے ثباتی کا احساس ملتا ہے، اسی شدت کے ساتھ، زندگی سے وابستگی ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

ننگ دارَ مرگ، اَز وضعِ رُسومِ زندگی

مُردہ را، کردندا۔ زیں رُو، جامئ ماتم سپید (۲۳)

ترجمہ:

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.5 No.1 2022

موت کے لیے زندگی کی رسمیں باعثِ ذلّت ہیں

اِسی لیے مردے کا ماتمی لباس سفید ہوتا ہے

رحمان باباؒ کہتے ہیں دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ان کے نزدیک انسان کے لیے موت کوئی ناخوشگوار حادثہ نہیں ہونا چاہیے بل کہ ایک سطح پر مصائب حیات سے خلاصی پانے کا ذریعہ اور دوسری سطح پر اپنی اصل سے واصل ہونے کے وسیلے کے اظہار کے طور پر سامنے آتی ہے۔ فنا کو خود سپردگی کے معنی میں لیا جانا چاہیے کیوں کہ اس فنا کا حاصل بقا ہے۔ اگر اس کے برعکس انسان اس دنیا سے لو لگا بیٹھے، دنیا کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنا چاہیے نہ کہ انسان یہ سمجھے کہ وہ ہمیشہ کے لیے یہاں رہے گا۔ رحمان باباؒ کہتے ہیں کہ اگر انسان آخرت کی فکر میں دن رات ایک کرے تو اسے دنیا سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

تمام اووتی لہ عقلہ

پہ دنیا پسی اوتر(۲۴)

ترجمہ:

آدمی اپنے آپ سے جائے

فکر دنیا میں سر کھپائے اگر

بیدلؒ دنیائے فانی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے انسان آج اگر تم زندہ ہو تو کل تیری یہی زندگی ختم ہو جائے گی، اس دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں ان کی حقیقت سے تم خوب واقف ہو۔ یہاں جو بھی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ ان کے نزدیک موت ہی انسان کو یہ آواز دیتی ہے کہ اے انسان! تم مزے سے زندگی گزار تو رہے ہو لیکن یہ نہ بھولنا کہ موت آنے والی ہے، اس لیے تم سے آج جتنا ہو سکے موت کے لیے تیاری کرو۔ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ اس دنیا میں نیکی کر اگر تجھے اس دنیا میں اس کا اجر نہیں ملا تو آخرت میں ضرور اس کا بدلہ پاؤ گے۔

فُرصت زرنگِ ماست، پَر افشانِ نیستی

غافل زما، مباش کہ ناگاہ رفتہ ایم!(۵۲)

ترجمہ:

میری مُہلتِ زندگی سے رنگ عدم ظاہر ہے

مجھ سے غافل نہ رہ کہ اچانک گزر جاؤں گا

انسان کی اس دنیا میں پیدائش اور موت کے حوالے سے کئی اکابرین نے قلم کے ذریعے انسان کو سوچنے پر مجبور کیا کہ وہ دنیا میں کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ مولانا وحید الدین خان اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> ”زمین پر پیدا ہونے والا ہر انسان دو چیزوں کا تجربہ کرتا ہے۔ پہلے زندگی کا تجربہ اور اس کے بعد موت کا تجربہ۔ اگر انسان سنجیدگی کے ساتھ ان واقعات پر سوچے تو وہ یقینی طور پر ایک بہت بڑی حقیقت کو دریافت کرے گا، وہ یہ کہ انسان کو پیدا کر کے اس زمین پر آباد کرنا بطور انعام نہیں ہے، بلکہ وہ بطور امتحان ہے۔ موجودہ دنیا میں انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے۔ یہ آزادی اس لیے ہے تا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کون شخص اپنی آزادی کا غلط استعمال کرتا ہے۔ کون شخص بااصول زندگی گزارتا ہے اور کون شخص بے اصول زندگی کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔“(۲۶)

رحمان باباؒ بھی بیدلؒ کی طرح اس دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دنیا خوشی منانے کی جگہ نہیں۔ انسان کا اس دنیا میں آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے یہاں کچھ اصول وضوابط اپنانے ہوں گے، اسے یہاں من پسند نہیں بل کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی ہو گی۔ مومن کے لیے یہ دنیا غم کی جگہ ہے۔ اور اگر اے انسان! تم نے اس مشورہ پر عمل نہیں کیا تو یہ یاد رکھ کہ تیرا اس دنیا میں آنے اور یہاں سے چلے جانے کا کوئی مقصد نہیں ہو گا، سوائے رسوائی کے۔ خوب سوچ، تم نے اگر اپنی بھلائی کے لیے کچھ کرنا ہے تو اس دنیا میں ہی کرنا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

طمع مہ کڑہ پہ دنیا کی دنشاط

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بیابہ نہ موے نشاط پہ دابساط

لکہ راغلی بیابہ ھسے زنی دروے

داجہان دے درھرویویورباط(۲۷)

ترجمہ:

نہ رکھ کوئی امید عیش ونشاط

کہ دنیاتوہے رنج وغم کی بساط

تہی دست آمد تہی دست رفت

یہ دنیاتوہے راستے کی رباط

کامیاب انسان وہ ہے جو اس دنیامیں مسافر کی طرح رہے،اسے یہاں سے کچھ لے کر جانے کاخیال راستے سے نہ بھٹکائے۔شاعر اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری حقیقت ہی کیاہے،میں خاک سے پیداہواہوں اور خاک ہی میں واپس جاؤں گا۔وہ مزید کہتے ہیں کہ میری زندگی کامقصد ہی رب کی رضاہے۔میں یہ سمجھتاہوں کہ مجھے یہاں سے کوچ کرناہو گا،میں نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔

بَرخاستَم زخاک ونَشَستَم ہماں بخاک

دیگر مجُو،قِیام وقُعودِ نمازِ مَن(۲۸)

ترجمہ:

خاک سے اٹھاہوں اور خاک ہی پر بیٹھاہوں

میری نماز کایہی اندازِ قیام وقعود ہے

یوں رحمان باباؒ بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دنیامیں جس کے پاس جتنی جاگیر ہو،چاہے مال ودولت ہو،عزت ہو،شہرت ہو،سب یہاں رہنے والاہے۔انسان دنیاسے خالی ہاتھ جائے گانہ تواس کے پاس اس کی عزت جائے گی،نہ شہرت،نہ دولت،اگر یہاں سے کچھ ساتھ لے جائے گاتووہ اس کااپناعمل ہو گا،چاہے یہ عمل اچھاہویابرا۔پھر آخرت میں اسے اس کے عمل کے مطابق جزایاسزادی جائے گی۔ شاعر بادشاہوں کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیاتم لوگوں نے شاہوں کے حالات نہیں دیکھے،ان کے پاس دنیامیں کس چیز کی کمی تھی،کون سی سہولت تھی جوانہیں میسّر نہیں تھی،لیکن جب وہ یہاں سے جانے والے تھے تواپنے ساتھ کیالے کر گئے،سوائے کفن کے۔دنیامیں انسان مسافر ہے۔عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسافر ہمیشہ رہنے والانہیں ہوتاکچھ وقت گزار کر چلاجاتاہے،اس دنیامیں انسان کی بھی یہی حقیقت ہے۔رحمان باباؒ کہتے ہیں۔

ھمگی شوزنی پاتی

کہ یے ملک وو کہ لحکر

خالی لاس لہ دنیااووت

لکہ عین درویزہ گر(۲۹)

ترجمہ:

موت کے صرف ایک حملے میں

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

نہ رہا تخت و تاج نے لشکر

چھوڑ کر مال و دولتِ دنیا

خالی ہاتھوں ہو اوہ خاک بسر

بیدلؔ نے ایجابی نقطہ نظر سے زندگی کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے امید اور صداقت پر نظر رکھی اور انسانی زندگی میں محبت، دوستی اور رفاقت کو انسانی مسرت کا روحِ رواں سمجھا۔ وہ مخلوق سے بے حد محبت کرتے تو ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ معرفت حق کی طرف بھی مائل ہیں۔ بیدلؔ انسانی زندگی کے طبیعیاتی، حسیاتی اور دنیاوی پہلوؤں کو حسن و لطافت، خلوص و محبت و پاکیزگی اور ہنر مندی کے ساتھ ساتھ عشق کی آسودگی سے مملو دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ محبت زندگی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ زندگی کی تکمیل کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ انسان دنیا سے محبت کر بیٹھے اور اس محبت کی آڑ میں آخرت بھلا بیٹھے۔ شاعر حقیقی محبت کے نشے میں سرشار ہیں، کہتے ہیں کہ زندگی تو فانی ہے لیکن مجھے غم یہ ہے کہ کہیں مجھ سے عشقِ حقیقی کا دامن چھوٹ نہ جائے۔

دَر دمِ مُردن، مرا برَ زندگی افسوس نیست

حیف دامانت کہ از دستم رَہا خواہد شُدَن (۳۰)

ترجمہ:

مرتے دم مجھے دنیا سے جانے کا غم نہیں ہے

دکھ یہ ہے کہ تیرا دامن مرے ہاتھ سے چھٹنے والا ہے

رحمان باباؒ بھی بیدلؔ کے ہم خیال ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر انہیں آخرت کے مزے کا پتا چلا تو وہ اس دنیا میں ایک لمحہ بھی نہیں گزارے گا۔ ان کے ذیل کے شعر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں آنا اور اس کا یہاں غفلت میں زندگی گزارنا ٹھیک نہیں۔ شاعر سمجھتے ہیں کہ اگر زندگی ایک معما ہے تو وہ تقدیر سے الجھتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر انہیں کامل یقین ہے۔ اگرچہ رحمان باباؒ موت کی آرزو میں نہیں تاہم وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں انسان کو پتا چلے کہ آخرت میں نیک لوگوں کے لیے کیا کیا بشارتیں ہیں تو وہ یہاں سے جانے پر جلدی راضی ہو جائے گا، ویسے تو انسان کو یہ دنیا چھوڑ دینا مشکل لگتا ہے۔

کہ رحمان دھغو تللیو وصال مومی

تیر بہ نہ کاپہ دادور کی یو درنگ (۳۱)

ترجمہ:

گر وصلِ رفیقاں ملے رحمان کو یہاں

سو کوس اس جہاں سے نکل جائے بے درنگ

بیدلؔ کہتے ہیں کہ اے انسان! ذرا سوچو کب تک تم اس دنیا میں ضروریاتِ زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی تمیز نہ کرتے ہوئے ہر طریقہ سے مال اکٹھا کرنے میں لگے رہو گے، کیا یہ زندگی ایک دن ختم ہونے والی نہیں؟ کیا تمہیں اس حقیقت سے انکار ہے؟ اگر نہیں تو کتنا اچھا ہو کہ اس جامہ کو اتار دیا جائے اور وقت کی ماہیت پر غور کیا جائے۔ اگر انسان زندگی کی نعمتوں کے پیچھے لگ جائے، جس کے لیے وہ حلال و حرام میں فرق نہ کرے تو وہ اپنی وقعت کھو بیٹھے گا۔ اس لیے شاعر زندگی کو تبدیل کرنے کے خواہاں ہیں۔

زندگی تا کَے ہلاکِ کعبہ و دیرَت کُنَد

بہ کہ اَز دوش افگنے ایں جامۂ اِحرام را (۳۲)

ترجمہ:

زندگی کب تک تیرے کعبہ وبُت خانہ کی اسیر رہے

بہتر ہے کہ اب جامہ ئ احرام اُتار دیا جائے

رحمان باباؒ کے نزدیک عزت، دولت، شہرت اور محبت کا حصول اتنا مشکل کام نہیں۔ انسان کے پاس یہ ساری چیزیں موجود ہوتے ہوئے بھی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا نہیں لاتا۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو مکمل طور پر خود کو اس ذاتِ حقیقی کے حوالے کر دینا چاہیے۔ شاعر انسانوں کو صحابہ کرام کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کا سب کچھ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے تو وہ دونوں جہانوں میں فلاح پائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہو تو اسے دونوں جہاں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

زان ایمان سپارلے بو یہ وھغوتہ

چی یے حکم جاری شوے پہ ھر چادے(۳۳)

ترجمہ:

یہ جان یہ ایمان یہ اولاد یہ دولت

جو کچھ ہے اسی کا ہے جو بندوں کا خدا ہے

مذہب نے انسان کی روحانی تسکین کی ضرورت کو پورا کرنے کی سعی کی اور پیغمبروں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اس کے حصول پر صرف کیں۔ اخلاقیات میں سیرت اور محرکات عمل کی بنیاد پر جانچا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں دونوں شعرا کا مقصد لوگوں کو بیدار کر کے انہیں زندگی سے نبرد آزما ہونے کے لیے ان میں مثبت قدریں پیدا کرنا ہے۔ ان کے اشعار میں زندگی کی لاحاصل کوششوں کے نتیجے میں مایوسی نہیں بل کہ سب سے بڑے مقصد کی جانب گامزن ہونے کا درس ملتا ہے۔ دونوں برائی کی زندگی کے مقابلے میں موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ موت نیک آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ اس لیے ہمیں رحمان باباؒ اور بیدلؔ کے کلام میں اعلیٰ درجے کا ضبط دکھائی دیتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی۔ زندگی تابندگی۔ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان، سن ندارد ص۔ ۱۵

۲۔ امجد محمود۔ مترجم۔ مثالی ریاست ارسطو۔ حصہ ہفتم، باب اوّل۔ نیکی اور خوشحالی میں تعلق۔ بک ہوم، لاہور ۲۰۰۵ء ص۔ ۳۵۹

۳۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۳۹

۴۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۵۱

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ۔ شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ئ نفسیات اور تصوف (حصہ چہارم، باب نمبر ۱۲، موت کی حقیقت)۔ ملک سنز پبلشرز لاہور، سن ندارد ص۔ ۱۷۰

۶۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۳۵

۷۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۵۴

۸۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۲۷

۹۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۴۳

۱۰۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص ۱۲۲

۱۱۔ سورۃ النساء، آیت نمبر ۷۸

۱۲۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۳۱

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۳۔ سورۃ یونس، آیت نمبر ۲۴

۱۴۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۳۹

۱۵۔ قصص القرآن۔ مرتبہ حافظ ندیم احمد ٹیپو (اشاعتِ دوم)، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء ص۔ ۱۹۰

۱۶۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۹۵

۱۷۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۷۹

۱۸۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۲۱۱

۱۹۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۸۳

۲۰۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۳۷

۲۱۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۱۷

۲۲۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۶۷

۲۳۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۹۲

۲۴۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۲۱

۲۵۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۱۸

۲۶۔ سوچیے، سوچیے، سوچیے۔ مولانا وحیدالدین خان۔ ماہ نامہ "الرسالہ" المرکز الاسلامی، نظام الدین ویسٹ مارکیٹ نئی دہلی، اگست ۲۰۰۸ء ص۔ ۱۴

۲۷۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۵۱

۲۸۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۳۱

۲۹۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۳۱

۳۰۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۸۵

۳۱۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۱۶۵

۳۲۔ بہار ایجادی بیدل کے منتخب کلام کا منثور و منظوم ترجمہ۔ ڈاکٹر سید نعیم حامد علی الحاد۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء (اشاعتِ دوم)، ص۔ ۱۳۲

۳۳۔ رحمان بابا (منتخب کلام مع اُردو ترجمہ) از پروفیسر طہٰ خان۔ انتخاب (ناصر علی سیّد)، انٹر گرافکس پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص۔ ۲۱۳